

Registered No. A 783
THE
OUDH PUNCH LUCKNOW
Volume
1925
WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED TO BUT HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS (ARISTOTLES)
S. Fazlullah Artist

جلد ۱۰ — نمبر ۶

مضامین غیر

۱۰ فروری ۱۹۲۵ء

مثلث ساقی نامہ

یعنی

سال نو، بسنت اور ہولی

سال نو کی خوشی منائیں کیونکر
اس پھوٹ نے ہم کو کر دیا ہے آدھا
یہ سچ ہے کیا خوشی منائیں ساقی
آتا نہیں کچھ سمجھ میں الجھن ہے بڑی
بگڑی ایسی کہ اب بنانا ہے کٹھن
جو بھول ہوئی ہے وہ بہت بھاری ہے
یہ وقت بھلا جنگ و جدل کا تھا کہیں
کیا کرنا تھا افسوس یہ کیا کر بیٹھے
اپنوں سے بگاڑ دوسروں سے الفت
سال نو ہے مگر نہیں آتی ہنسی
نوروز ہے پر دل میں نہیں کچھ بھی امنگ
جس طرح بنے دوسرے کو زیر کریں
بیٹھا جاتا ہے ساقیا دل میرا
لا نعمت غیب کہ جس سے بہلاؤں جی
کیا لطف ہے آ گیا بسنتی موسم
ہم ہم ہی مرے کھلا دی ساقی
ہو گا نہ جو افیون وچرس بنگ و مدک
ساقی لطف بہار صد برگ ہے ہیں
صد برگ نو دستار نمایاں شدہ ہست
رنگوں میں شاہ رنگ ہے زرد اس وقت
گیندے کو پسند کرتے ہیں سب زردار
شاہوں میں لباس زرد مقبول ہوا
صد برگ پہ ہے ہزار سو جاں سے نثار
شمع گل اشرفی ہوئی ہے گل آج
آیا ہے بسنت آمد ہولی ہے

دل کی پژمردگی مٹائیں کیونکر
ہم سب کے فساد میں لگا ہے بادھا
بگڑی کس طرح ہم بنائیں ساقی
زنجیر اتفاق کی ٹوٹی کر دی
پھر میوۂ اتفاق کھانا ہے کٹھن
جو زخم لگا ہے وہ بہت کاری ہے
افسوس کہ ان کو سوجھتا کچھ بھی نہیں
کیسا ہے غضب نفاق کے گھر بیٹھے
قومی دل پر ہے صدمۂ زار گذشت
معلوم نہیں کہاں یہ جا کر ہے پھنسی
گر ہے تو فقط اتنی کہ چھڑ جائے جنگ
لڑ جائیں ابھی ملنے میں گو دیر کریں
مایوسیوں نے آ کے جمایا ڈیرا
کھل جائے کسی طرح کلی یہ دل کی
یاد آیا ہے خوب وقت پر جام جسم
رکھ بادۂ ناب اور ستاڑی ساقی
ہو تحت ثری کبھی کبھی اوج فلک
گل رانجھے صد دو چار بار گ ہے ہیں
ہر آئینہ زرد وار نمایاں شدہ ہست
گل کا بازار جانے سرد اس وقت
گل پہ کیسی برس رہی ہے پھٹکار
معروف تھا جو رنگ وہ بھول ہوا
گلشن میں بنے گا گل کا اب جلد مزار
ہے زرد ہی رنگ ایشیا کا سرتاج
افیون کی ورکار ہے مجھے گولی ہے

سردی بھاگی روئی کی نرمی سے کر
لا بادہ سے کہ زعفران زار ہو دل
ہو دود چرس دماغ میں ابر بہار
سبزے پہ سواری گانجھے کی کر سبزی
ملتی رہے ہر وقت ہی منہ مانگی مراد
چرخا کاتیں اور اپنا چارا ہو جائے
اس طرح سے ہم روئی ل جائے مجھے
ہے ہو ساقی بہار مطرب کی صدا
تفریق بڑے کی اور چھوٹے کی رہے
سب مل کے بہار زندگانی لوٹیں
تفریق نہ ہندو و مسلماں کی رہے
جو نشہ میں سوجھتی ہے وہ بک ڈالی ہے
ساقی رطل گراں مجھے دے بھر کر
اس دم کا ٹھیک کیا ہے آئے کہ نہ آئے
موسم ہے بہار کا پلا دے اک جام
ہم رند نہیں اُدھار پینے والے
اسوقت نہ انکار کا نام آئے کہیں
دل کو کرنا مرے نہ چھوٹا ساقی
سونا تو رو چکے منائیں کچھ جشن
نقد جاں دے کے پینے والے ہیں ہم
آپہنچی بسنت گھٹ رہی ہے سردی
لا نا تو گلابی کہ ذرا ہو بے رنگ
وہ بات کہوں جس سے بھلا ہو سب کا
ساقی جب اتحاد کا خم تھا بہ جوش
یورپ میں اتحاد کی دھوم تھی کیا
ہم سب کے اتحاد نے رکھ لی لاج
یہ سب تھے کرشمے میل اور جول ہی کے
یہ سب کچھ جان کر بنے ہیں انجان
اک دوسرے کے درپے آزار ہے
جسم قومی کو کر رہا ہے یہ نزار
گر ایک یہ آج دوسرے پر گل ہے
آ جائے سمجھ تو ہے غنیمت اب بھی
پھر خوب بسنت اور ہولی ہے گی
ساقی کیوں ہے پسند خاطر کہ نہیں؟
ناقوس و اذاں کا دور دورہ ہو جائے

ہولی آتی ہے [illegible] کر
افیون کی [illegible] دل کا تل
اور جسم میں [illegible] رواں ہوں ہموار
پشیار ہوں برسوں یوں ہی جی کر جیتی
سمجھوں میں کہ ہر وقت ہوں مست آزاد
یعنی عملاً ہر ایک چولا ہو جائے
بڑھ دوں کی ہوس کی شمع ہرگز نہ بجھے
اک رنگ میں رنگ جائیں شاہ اور گدا
ڈیکے کی حکومت ہو نہ ہونے کی رہے
اچھا جلیں سینہ و سر کو کوٹیں
ہم ہندی ہیں۔ ہم ہندی ہیں ہر ایک کہے
لیکن مطلب جو ہے وہ سب خالی ہے
کیا آرزو کا روز روز پینے پر کر
موقع اس طرح کا بھی پائے کہ نہ پائے
چکنے کر دوں گا کوڑی کوڑی سب دام
ہیں قاعدے کے اور قرینے والے
کہہ سکتے ہو تم نہیں۔ پر اس وقت نہیں
ہے کام نہیں ہے آج ٹوٹا ساقی
لیکن خالی ہے جیب کچھ بھی نہیں کشش
ہم ایسے ہے گسار ہوں گے کہیں کم
چہرہ پر چھا رہی ہے از حد زردی
دکھلاؤں میں دنیا سے نرالا ہی ڈھنگ
کہنا اچھا نہیں ہے بجا اور بے جا
جب رند دکھا رہے تھے سب جوش و خروش
خطرے میں نہیں سلطنت روم تھی کیا
سعدوی سے بچا لیا رومی راج
نقارے بج رہے تھے جس ڈھول ہی کے
لی جیت اس اتحاد کے طفیل کی جان
اس طرح بھی جیت کس قدر خوار ہوئے
دکھلائی دیتے ہیں برے کچھ آثار
غائب دونوں کا اسطرح کس بل ہے
اپنا ہو روز اور اپنی شب بھی
ہم سب ہوں اور دور جام جم کے
ابھی نہ سمجھ لینا مری بڑ یہ کہیں
اے منہ پر ہو جاؤ ابھی دم ایک رائے

پھر دیکھیں ... میں بیاہ ہو گل — جو صدمے ہوئے وہ سب شفا دل
وہ دور عیش و کامرانی و پے ہم — دنیا میں نہ رہ ندوں کو ہو کوئی غم
ہم سب کا یہ ہو بھلا تو ہو جائے — جل جل کے دل حریف کا ہو جائے
محفل میں نہ اختیار کا ہو دخل تو جیب — تحفہ سلا و دیکھا لطف اور ہمیں چیک
آتی ہو وہ نور دل کے کھیلے ہوئی — اس نظر کو تکا دیا رو کوئی
جام سے اتحاد کا دور چلے — ہر شخص کہے اور چلے اور چلے
اس رنگ کے دیکھنے کے ہیں ہم مشتاق — ہے حالت موجودہ ہمیں از حد شاق
گلزار جہاں میں پنچ کی دھوم رہے — گلشن سے وہ دور بوم نہ موم رہے
پنچوں میں اودھ پنچ ہی ممتاز رہے — اردو کی زباں کا یہ ناز رہے
ہر وقت اودھ پنچ کی گرمی برسے — والوں کے سر پہ اسکی جوتی برسے
اب ختم دعا یہ ہے یہ ساقی نامہ — جگ زنگ کر چل رہا ہے اسپ خامہ
جب تک گنگ و جمن ہیں ہے آب رواں — اسلام میں ہم سب کے رہیں تابندہ
جب تک عرب کھجور اور دیگ رہے — چولہے پہ چڑھی پلاؤ کی دیگ رہے
ہم سب کی بسر ہو شادمانی کے ساتھ — ہر روز ہو پلاؤ قورمے ہی پر ہاتھ
ہوں شیر برنج اور میٹھے چاول — پنچہ ہو اور ربڑی کی ہو دلدل
اس طرح سے ہم شاد جہاں رہیں — کھاتے پیتے مزے میں یک گشت رہیں
اے مالک دو جہاں رہیں تم اس طور — بس اسکے سوا اور نہ ہو کوئی اور

آیا ہے زباں پہ اب جو نام رخصت
رخصت۔ لے لیجیے سلام رخصت

ندیم

دیکھی زباں اس نے کیا دل کا شکار — احتیاط تو فائدہ ہوا بلکہ بحبار ہے
بارہ برس میں ایک ملیا جو جگی ہے — لال نسب لاتے تھے اسفند یار ہے
ہجائے پاکر میں، رہا اس موقع سے دور — دل کا سفینہ غرق نہ کو ہے جار ہے
حرکت وصل کی نئے محبت مندیب — کرنے ابھی نکاح عروس بہار ہے
اک بینڈ بیگ لے کے وہیں چل گیا ہے — اقرار وصل کی خبر آئی جو تار ہے
خفاش کراچی رزروں گنگ آباد دکن

خیالات شوق بلگرامی

ملک کی کیوں پڑی ہے تم کو فکر — پہلے حالت سنبھال لو گھر کی
اپنی غفلت کے سب شکار ہوئے — خواہ ایران ہو کہ ہو ترکی
چڑھ کے موٹر پہ لیڈران وطن — کیا اڑاتے ہیں بات ہے پرکی
پاؤں ہم صاحبوں کے چومیں گے — ہم کو عزت اگر ملی سرکی

میں سمجھتا ہوں کہ رہزن بھی ہوا میرا رقیب — وار وہ ہے تیغ جو پینے کو دو انگشت دیا
جب کیا درد دل زار کا میں نے شکوا — بخیۂ زخم جگر کے لیے نشتر دیا

برباد کر دیا ہے اپنا جو خود پر ستی — یہ وجہ ہے کہ عظمت جاتی رہی ہے دل کی
پیسو گے تم جو یکسر عزت بڑھے گی میری — قیمت میں تیل بڑھ کے ہوتا ہے خشکہ تل

سید وصی شوق بلگرامی

شہید حسن سیاہ

جو لوگ کہتے ہیں کہ عشق حسن سے وابستہ ہے وہ غلط کہتے ہیں ہمیں سوہ کے تازہ واقعہ سے یقین ہو گیا کہ انسان کا دل بھتنی پر بھی آسکتا ہے۔ چنانچہ غلام حسین پنجابی سی سالہ جوان ایک کالی کلوٹی کوئل کی نواسی کوکلا کی پوتی چڑی کی سگی لڑکی تا قد کی بچی پر تقطیع بہ تواضع زن بازاری بشیرن عرف اللہ پر مائل ہوا جسکا حلیہ بیان کرنے لیے کالے کی زبان درکار ہے۔ صورت نہیں سیاہی کی بوتل ہے۔ پیشانی دیکھ کے سلیٹ شرمائے۔ آنکھیں دیکھیے تو جامن کا دل رشک سے پھٹ جائے گالوں پر بینگن ایسا ہر لگائے ناک پر گھی جو تھوتھو کے ہونٹوں پر گردہ دانت کنگنائے۔ خندقیں پر گنگا جل جائے۔ پیشے پر تار کول کا گمان۔ ڈیل ڈول پر بھی بشکل قرار ہے جو دیکھے اسکی آنکھوں میں اندھیرا چھائے کالے بخار میں مبتلا ہو۔ یرقان اسود تا بہ قبر ہو پہنچائے۔

اصل واقعات تو معلوم نہیں مگر افواہ مشہور ہے کہ غلام حسین کو کو رکو یہ

الخفاشیات

پان کھانے کا مرض جس بن سے پیدا ہو گیا — ہاتھ جس پتھر پہ رکھی اس نے چونا ہو گیا
دشمنوں کی پیٹریاں ہوئے میں کھوئی گئیں — شکر ہے مرغوب خاطر بیسا حقہ ہو گیا
خر سواری کے لیے کل تک تھا جنکو نصیب — آج ایم۔ بی کی بدولت وہ مسیحا ہو گیا
عاشقوں خوش ہوکہ کورٹ ہو گئی سرکار حسن — نوکری کا محکمہ اک اور پیدا ہو گیا
گرمیوں میں میر شملہ ہو گئی لازم مجھے — عشق آزر میں جب سے کار فرما ہو گیا
ہجر نے اس شعلہ رخ کے ہے گھلایا مقدر — تھا کہ دو دے علاوہ جو سر خشک کھیچا ہو گیا
ناقہ ماچوں دانہ لیلے سوت خلوت گاہ ناز — غم سے لیس مجنوں ہجراں دیدہ جیسا ہو گیا
ہو نہ تم خفاش بن جاؤ اور نہ بنتے ہو مگر — شاعری کا کس طرح پھر تم کو دعویٰ ہو گیا

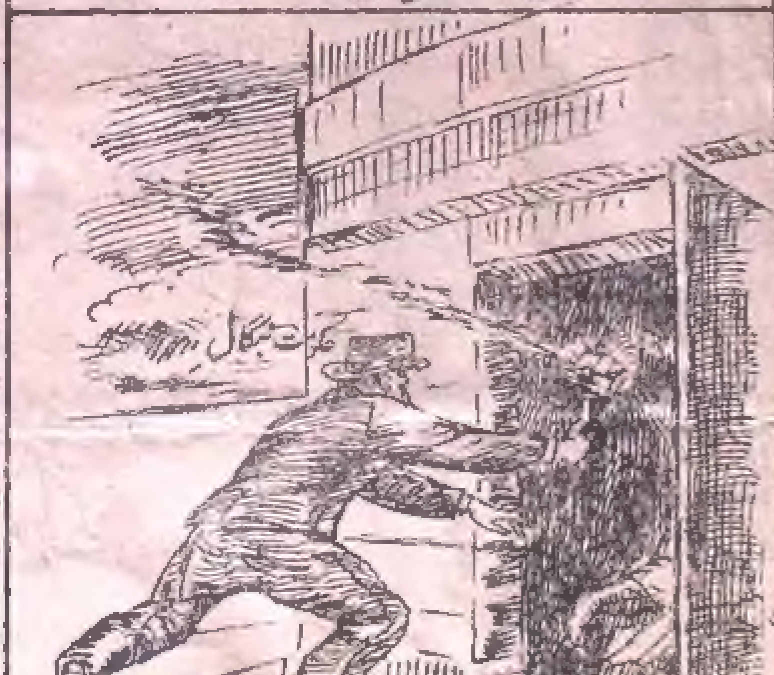
خفاش آج کہتا ہے یہ ہم کو بار سے — دلوا دو روٹی مجمع عشاق زار سے
کافی ہے پرورش کے لیے ڈنڈ کھونا — نسخہ یہ ہاتھ آیا ہے یورپ کی دار سے
کس طرح انتظام بھلا گھر کا ہو درست — فرصت نہ بی بیوں کو ملے جب سنگار سے

کلیجی کے کباب دل سے مرغوب تھے۔ مدتوں ہوئے بھون بھون کھاتا اور منھ کالا کرتا رہا آخر کسی رقیب رو سیاہ نے اس کندۂ آبنوس کو سلگا یا بھڑکا یا آگ بھولا بنایا آن بن ہوئی دونوں وقت ملنے کی رسم گئی۔ پول سیاہ کی روش زرکی اندھیری راتوں میں جاسوسی شروع ہوئی ۔ فروری کی شب ساڑھے آٹھ بجے کی منحوس ساعت تھی کہ چلتے چلتے عاشق نے بی بشیرن پر وار کیا ۔ چلا وار خالی گیا دوسرے نے اجو اُن کی تسلی کو بچا اڑا دیئے سینے کے بیچ سنگ سیاہ میں رخنہ ڈالا۔ رو دھ کا تھوڑا ثابت نہ ہوا صاحب نے تلا بازی کھائی عاشق نے خیال کیا کہ وار بھرپور ہے مگر فی الحقیقت گولی گنبد کی صدا کی طرح بیچ میں گھوم کے رہ گئی۔ یہ بیہوش ہو کے گر پڑا بیہوشی کا غرہ گیا۔ یہ بیہوش ہو چکیں تو خدا جانے پاداش کے خیال یا مرگ معشوق کے ملال سے خود بھی جان دینے کی ٹھہرائی ایک گولی سینے پر چلائی وہی کام تمام کرنے کے لیے کافی تھی مگر احتیاطاً اول کے شوہر سے منصور کے دوسری بھی داغ دی یہ جبڑا توڑتی کلے کا صفایا کرتی دیوار میں پیوست ہوئی ۔ عشق کا ماجرا ہے کہ عاشق رخصت ہوا مقتولہ ابھی کچھ موجود ہے صرف سینے کی چوڑی پٹیل رہ گئی۔ امراؤ جان ادا کا انسانہ اور یہ قصہ اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ رنڈی مرنا نہیں جانتی …… شہید ہونے کے واسطے جنس ذکر مخصوص ہے۔ وہاں ناک ہوتی جان پر نچھاور ہونے کے بعد پیدا مل جاتی ہے۔ یہاں قبر آباد کرنی پڑتی ہے ۔ بیچارا غلام حسین خدا کی دی ہوئی جان پر کھیل گیا یہاں بڑی بڑائی

یہ نقصان ہوا کہ دنیا کی ایک کوٹھری کے بیچ گوڑ تلاش کرنا پڑے گا۔

سنتے ہیں کہ غلام حسین کی شادی ہونے والی تھی ایسے بدچلن سے خدا نے لڑکی والوں کو بچایا سعود سا قبر سے ہمکناری ہم خوشی کافی ہے۔ رنڈی بازی بے غیرتوں کا کام ہے شرم و غیرت ہے تو پیشہ ور عورت پر نگاہ کیوں ڈالو۔ بڑے کام کا نیک انجام نہیں ہو سکتا۔ نہ حاصل دین نہ حاصل دنیا۔ بدنامی گھاتے

بنگال آرڈیننس کی خانہ سوزی



میں نہیں میاں غلام حسین کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہے۔

راقم

مصالدین سرشار کسمنڈوی

اودھ پنچ ۱۹۲۴ء

کی چند مکمل جلدیں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد سے مع محصول ڈاک ۔ مشتاقین جلد طلب فرمائیں۔

منیجر

پیمانہ نومبر ۱۹۲۴ء

(بقیہ مضمون ۱۰ جنوری ۱۹۲۵ء)

ساغر صاحب کے نام اور خاندان سے متعلق یزداں صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ نسلاً آپ یوسف زئی ہیں تصویر نمبر ۲ کے حسن سے بھی ہمیں یقین ہے کہ کم از کم پٹھانی کا اچھا سا اثر موجود ہے اور وہ بے شک یوسف زئی ہیں مگر یوسف زئی ہونے کی وجہ سے آپ کا نام نامی صمد یار رکھا گیا یہ عام عقل کی رسائی سے باہر ہے۔ یوسف زئی ہونے سے اور اس نام سے کوئی لگاؤ نہیں۔ سیکڑوں یوسف زئی ہیں مگر اُن کا نام صمد یار خاں نہیں ہے۔ حضرت ساغر کے والد بھی یوسف زئی ہیں اور انکے دادا بھی یوسف زئی تھے مگر ایک کا نام محمد یار خاں تھا دوسرے کا نام احمد یار خاں ہے لہذا یہ قول کہ نسلاً آپ یوسف زئی ہیں اسلیے آپ کا نام صمد یار خاں رکھا گیا منطق کے حدود سے خارج ہے اور بعینہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں شخص کانا ہے اسلیے اسکا نام خادم حسین رکھا گیا اسکے بعد کا فقرہ اور بھی لطیفہ ہے اور بھی نرالا ہے "والدین کو کیا خبر تھی کہ یہ اتفاق دوست فرزند معمولات دنیا سے ہیں مراسم فرسودہ قدیم سے بے نیاز رہے گا مگر فطرت الٰہی کو مستقبل کا علم تھا اسلیے نام رکھنے میں اسکا منشا ذہنی پورا ہوا اور وہی نام رکھا گیا جو مقصود ازلی تھا" واقعی ماں باپ کے افعال ارادیہ سے سیکڑوں بچے روز پیدا ہوتے ہیں اور انکے مستقبل کا علم والدین کو نہیں ہوتا مگر معمولات حیات میں آج تک کوئی تغیر نہیں ہوا۔ جہاں سے پیدا ہونا چاہیے وہیں سے بچہ پیدا ہوتا ہے پیدا ہوتے ہی انگوٹھا

[illegible] ہو جاتا ہے۔ ہر امر کو ضرورت کے سبب سے [illegible] دیا جاتا ہے۔ وہ کتنا ہی ہو موسیا ہی ہو بڑے بڑے ولی اور حکیم معمولات جیوۃ میں انہیں امور کے ہمیشہ محتاج رہے ہیں۔ اور جب ان ضرورت میں فرق آتا تو ضرورت سے بالاتر ہو بیٹھے۔ معمولات ایک ہی حضرت سے اول سے آج تک چلے آتے ہیں۔ کوئی ان سے بے نیاز نہیں۔ البتہ محتاج کو اپنے عروج کے اوصاف میں ایسے ابہام سے کام نہ لینا چاہیے جو ذہن کو بدگمانی پر مجبور کرے۔ بہت زیادہ گوارا موجود ہوں گے جنہوں نے معمولات جیوۃ کو ادا کرتے حضرت سا فر کو دیکھا ہوگا مبادا ان کی نگاہ سے یہ مضمون گزرے اور وہ کہہ دیں بالکل جھوٹ ہے ابھی کل کا ذکر ہے کہ ہم نے صاحبزادے کو ننھا بچہ ہاتھ پاؤں مارتے چیخنی چیخنے سے شغل کرتے اور پوتڑے پر نجاست بچھیاتے دیکھا تھا تو کیا رہ جائے گی۔ ایک جسم حیوانی کے نشو و نما میں جو ساماں درکار ہے وہ معمولات جیوۃ میں شامل ہے

کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں۔

بعض حضرت آیہ کا علم اور اس کا منشاء ذہنی تو خدا رکھے آپ کو آپ ہی ایک ایسے دکھائی دیتے ہیں جو اتنا بڑا دعوےٰ فرمائیں بڑے بڑے پیمبر یہی کہتے رہے ہیں "الغیب عند اللہ" ضمیر یا رہنما کے معنی اور ترکیب سے کسی منشاء ذہنی یا مقصود اولیٰ کا انکشاف نہیں ہوتا لہٰذا یہ دوسرا ادعا بھی علت کا محتاج ہے۔ اور نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ نام رکھنے والے علم سے کس قدر بے بہرہ ہیں جس قدر مضمون نگار اپنے اس مضمون میں صدق سے بیگانہ ہے۔

آگے چل کے راز صاحب نے ساغر صاحب کے چند بزرگوں اور والد ماجد کا ذکر فرمایا ہے جس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں البتہ احمد یار خاں صاحب کی نسبت مشہور ہے کہ وہ کسی بیرسٹر ہیں اگر ڈاکٹر اور کسی بیرسٹر کی طرح ایک ہی مادہ رکھتی ہے تو بیشک وہ بھی ڈاکٹر کہے جانے کے مستحق ہیں ہم سے پوچھئے تو ہم آخر الذکر کو زیادہ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیا سنئے کہ ڈاکٹر کا نام تو زیب دار ہوتا ہے لیکن کسی بیرسٹر کا نشان ہر بچے کے یاد پر موجود ہے۔

ہمیں مضمون نگار سے شکایت ہے کہ ساغر صاحب جیسی ہیں دیگر عزیزوں کا سب کے نام کا اظہار اور معدود سرکاری عہدوں کا تذکرہ کیوں ترک کر دیا۔ نام اور خاندان کے بعد تعلیم کی مدح سرائی شروع ہوئی ہے مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں: "انگریزی مدارس کے مقابلہ میں آپ نے پرائیویٹ طور پر اردو فارسی کی تعلیم زیادہ پائی۔ تاہم انگریزی تعلیم علیگڑھ کالج ہی کی حدود میں ختم ہوئی۔" ان الفاظ سے ہر شخص یہ مطلب نکالے گا کہ آپ کی چشم عنایت اردو فارسی پر زیادہ رہی تو علیگڑھ اسکول میں نہیں بلکہ کالج تک وہ تک پہنچ گئے۔ حالانکہ کالج کی کرسی آپ کی نشست گاہ کی مشتاق ہی رہی اور اسکولی تعلیم بھی یہاں تک نہ پہونچی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ علیگڑھ اسکول

حدود نے جناب کو اپنے احاطہ میں رہنے نہ دیا تھا۔ بدقسمت وہ مذاق اسکول ہے کوئی سگریٹ پیے یا کچھ اور کرے، اسکول کے باپ کا اجارہ ہے؟ ایسی بیش بہا ہستی جو ہر طرح آزادی کی مستحق ہے ہرگز کسی سختی کی سزاوار نہیں ہو سکتی۔

ہمارے مضمون نگار صاحب نے دانستہ عبارت معقول و عماداً بیان اختیار فرمایا حقیقت حال کے چھپانے کا یہی عنوان ہونا چاہیے۔ اردو فارسی تعلیم پرائیویٹ کی قید سے لاانتہائی ہو گئی اور انگریزی تعلیم اردو کے ابہام اور کالج کے حدود سے ہو چاہیے سمجھئے کالج کے حدود کے معنی دیوار اور احاطہ کے بھی ہو سکتے ہیں اور انہیں دیواروں سے آپ تصدیق فرما سکتے ہیں مگر یا وجود اس بے معنی ابہام کے اردو فارسی کی لیاقت کلام سے ظاہر ہو گئی "خطرناکیت" اور "مشکلیات" فارسی قابلیت کا ادنیٰ ثبوت ہے۔ اردو دانی کی تعلق ہونا اور ہنسٹر کا واک وغیرہم کھول چکے۔ اس پرائیویٹ تعلیم نے ہر خوش قسمتی شامل ہیں۔ واللہ آپ تو نہ ان کے کھوٹے پر مجبور کرتے ہیں کہ پرائیویٹ طور پر تعلیم حاصل کرنے کا سب بھرم کھول دیا جائے مگر ہمیں ذات سے بحث کرنا مقصود نہیں۔ ہم انہیں امور سے بحث کرنا چاہتے ہیں جو شاعت تصویر یعنی و خیالات جیسا کہ سے پبلک پر برا اثر کر سکتے ہیں یا اور بیات اردو کی تخریب و تذلیل کے موجب ہیں۔

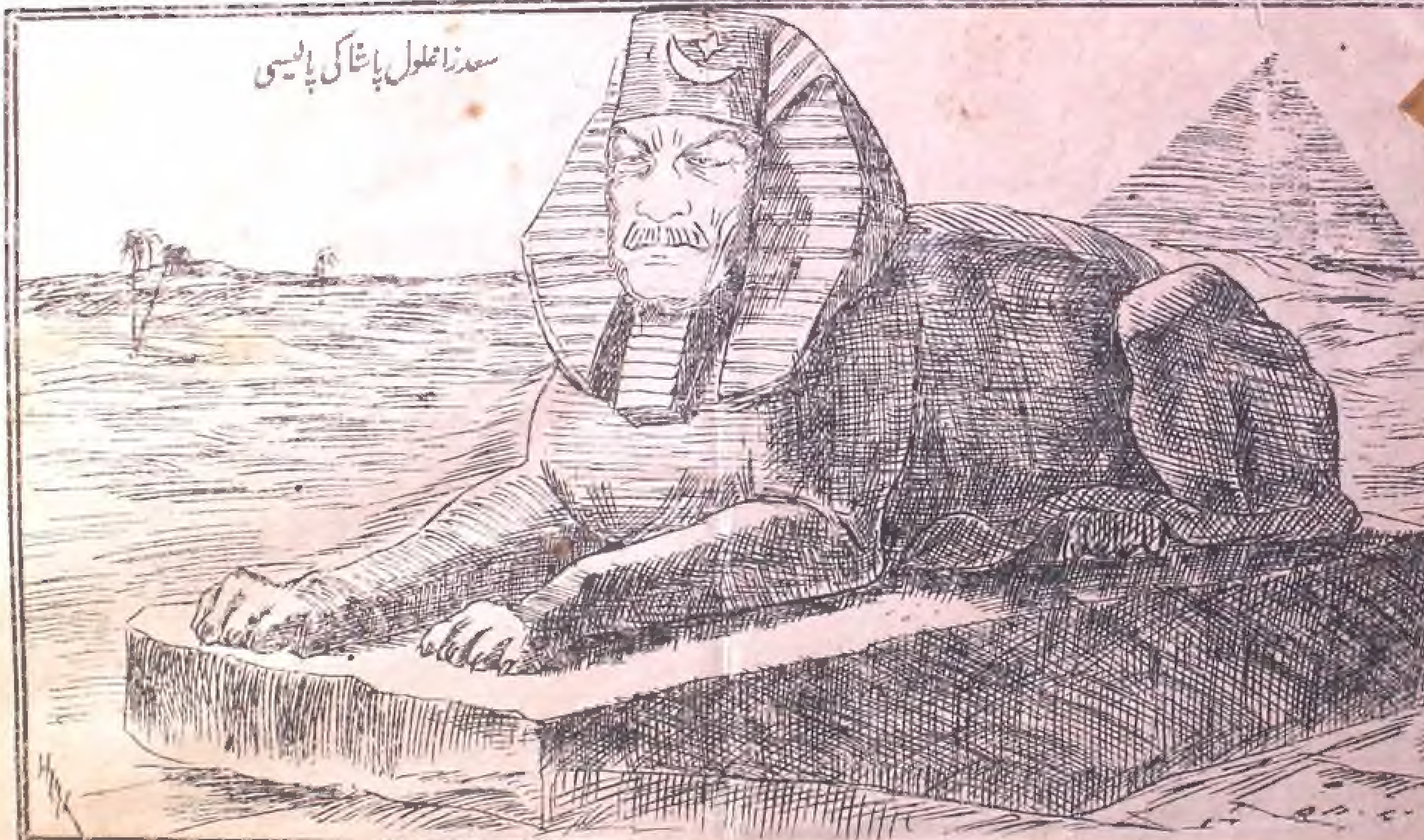
(باقی آئندہ)

راقم خواجہ علی محمد خاں

سبھا بگاڑ

آپ نے سنہ ۱۹ یا سنہ ۱۹ کی جلد اودھ پنچ میں ایک منگنی بگاڑ کا حال دیکھا ہوگا۔ ہم یہاں ضرور اس قصہ کو دوہراتے ہیں۔ ان بیچارے کو خدا جانے کیا خبط تھا کہ وہ ہر کسی کی منگنی یا شادی کی خبر اور بیٹے میں جا کے پوچھتے؟ ہائے ہائے کیونکر اس شادی کو روکوں۔ اے خدا کیا غضب ہے ارے میرے ہوتے یہ منگنی ہو جائے تف ہے میری زندگی پر

سعد زاغلول پاشا کی پالیسی



مصری مجسمہ

نیوس

بغیر اس طرح کے سنے ہوئے نیند نہ آتی تھی کہ فلاں جگہ سمدھیانے میں جوتا چل گیا۔ فلاں مقام سے اچھے کا جوڑا پھر گیا۔ مرزا بیگ کے یہاں سانچق کی مٹکی ڈھلک گئی۔ ڈومنی خاں کی برات کھو نے گئے کی طرح واپس۔ اس قسم کی خبریں سنیں اور باچھیں کھل گئیں۔ سمدھی چھڑوانے میں تمہیں ایسا ملکہ تھا کہ دو دو گھروں میں دولہا والے اور دولہن والے اپنی اپنی طرف منہ پھلائے بیٹھے رہتے تھے۔ جب طاقت جسمانی نے جواب دیا تو ڈولی پر چڑھ کے اس فرض کو ادا کرتے تھے اور دولہا کے گھر پہونچے تو باتوں باتوں میں دشمن کی تعریفیں کریں۔

"اے خدا مبارک کرے حضرت آپ نے بہو ایسی پائی ہے کہ دسوں انگلیاں دسوں چراغ کس کس چیز کی تعریف کروں۔ آواز ایسی پائی ہے کہ کوئل سنتے۔ جس وقت چلا چلا کے درِ عشق پڑھتی ہے۔ محلے والے جھومنے لگتے ہیں۔ گنجفہ میں تو آج تک اس سے بڑے بڑے کھلاڑی نہیں جیت سکے۔ پرسوں مرزا شاطر بیگ نے ہزار روپیہ کی بازی شطرنج میں جیت لی۔ کمبخت پیٹ پکڑ کے رہ گیا۔ حاضر جوابی کا یہ عالم کہ ان نے جوں سے توں کی اور ایسا جواب دیا کہ جیب کے رہ گئی بس ماں نے اتنا کہا تھا کہ بی لڑکی ہے نیچا کرو۔ واللہ لڑکی ہو تو ایسی کہنے لگی۔ پھر کسی کے باپ کا اجارہ ہے۔ اپنی تو کمو پڑنانے کے سوا سے ابا جانی کے ساتھ باتیں کیا کرتی تھیں۔ راتوں رات نکل بھاگیں۔ میرے دشمن پڑنانے کی راہ سے آشنائی کا ڈول ڈالیں میں تو جبھی جو بات کرتی ہوں ڈنکے کی چوٹ کرتی ہوں مجھے لگاوٹ سے نفرت ہے۔ گھر کی آخر یہی کس غرض سے ہے ہمارا جب جی چاہے گا بھاگیں گے۔ اماں جان اپنا سا منہ لے کے رہ گئیں۔ ماشاء اللہ غیرت داری میں آج اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ ایک دفعہ باپ نے سویرے ٹھنڈے پانی سے منہ دھونے کو منع کیا تھا وہ دن اور آج کی گھڑی منہ پر جلا نہیں ڈالا او صاحب وضعداری تو اس لڑکی پر ختم ہے خدا رکھے اب اٹھارھویں سال ہے دو برس کے سن سے محلے والوں کا کھلونا ہیں ماں باپ نے بہتیرا چاہا کہ اب پردہ کریں مگر صاحب وہ جس طرح ہر گھر میں اماں کے ساتھ جاتی تھیں آج تک جاتی ہیں۔ اور بات کی پابندی کو واللہ سعید ہے کہ ساہوکار ان کے بھی کان کاٹے۔ آ تو جی نے جھٹ پٹے میں کہا تھی بیگم نماز پڑھ ڈالو خدا جانے اسوقت کس کھیل میں مصروف تھیں منہ سے نکل گیا "ہم تو نہیں پڑھتے" صاحب لڑکی نے جو کہا تھا وہی کیا آج تک بات نباہ رہی ہے قبلے کی طرف جھکتے کسی نے نہیں دیکھا۔ حضرت ایسی بات کی دھنی قول کی پکی لڑکی شہر بھر میں چراغ لے کے ڈھونڈیئے گا تو نہ ملے گی۔ پہلے جس گھر میں شادی ہوئی تھی وہ لوگ کمبخت جاہل گنوار کے لٹھ ایسی نازک مزاج لڑکیوں کا رکھ رکھاؤ کیا جانیں آخر تنگ آئیں رات کو بارہ بجے گھر سے نکل کے میکے چلی آئیں۔ بہادری دیکھیے کہ کسی کو ساتھ نہیں لیا۔ اور طبیعت داری کا لوہا تو آج شہر کے تمام شاعر مانتے ہیں سب کا قافیہ تنگ ہے کہتے ہیں ایسے عاشقانہ شعر تو ہماری مثنوی [illegible] نہیں کہہ سکتی۔ نرم دلی کا اس لڑکی پر خاتمہ ہے واللہ میں تو قائل ہوں میرے لڑکے نے ایک دن ڈھیلا جو مارا تو صاحبزادی کی آنکھ پھوٹ گئی میں نے خوشامد کی کہ بیگم تم امیر آدمی ہو تمہارے ماں باپ ہیں زندہ رہو چھوڑ دیجئے خدا کے لیے یہ نہ کہنا کہ کس نے ڈھیلا مارا۔ صاحب اس لڑکی نے یہی کیا۔ ابھی تک کانے ہونے کا سبب کسی کو نہیں معلوم میں جانتا ہوں یا وہ۔

غرض اس آئیڈیل میں ایک کانی عاشق مزاج چھوٹی دولہا جو بے نیاز بے پردہ [illegible] منہ پھٹ آوارہ۔ جوا [illegible] بے شرم کھنڈ دراز لڑکی کا حال سمجھانے کے ساتھ ہی والدۂ محترمہ کا چال چلن اور بدکرم کی بے غیرتی بھی آشکارا ہو گئی۔ ان اوصاف کی قدر والی بھلا دولہا والے کیا کرتے مشاطہ کے سر ہو ہے "چڑیل ایسی خراب جگہ میرے لڑکے کو پھنسانا چاہتی تھی خدا تجھے غارت کرے خبردار جواب اس گلی میں قدم رکھا تو پاؤں توڑ دیئے جائیں گے"

یہاں سے رخصت ہوئی تو دوسرے حضرت سمدھی [illegible] کے یہاں پہنچنے کا نتیجہ لکھا گیا ہے۔

"السلام علیکم"

"علیکم السلام"

"کہیے جناب مجھے پہچانا؟" "اے ہاں آپ کیوں پہچانے لگے تھے جب انشاء اللہ ہمارے آپ کے عزیز داری ہو جائے گی تو اچھی طرح پہچان جائیے گا۔ رجب کی تیرھویں نزدیک ہے" "اے حضرت ہم تو دولہا والے ہیں۔ لڑکے کے جہیز لیں گے" "گفتگو ہی سہی۔ مگر سمدھیانے کا تعلق۔" [illegible] کی نازکی نے میزبان غریب کو خاطرداری پر مجبور کیا "آئیے تشریف رکھیے۔ پان حاضر ہے۔ ارے بھئی کریم بخش زردے کی پیچوان تیار کرو۔ کہیے اسوقت کیونکر سرفراز کیا؟"

"اجی جناب کیا عرض کروں دھوپ تیز اور بڑھیا دم میں نے کہا لاؤ اپنے بھتیجے کی سسرال میں تھوڑی دیر آسودہ ہو لوں تو گھر جاؤں۔ کہیے عقد کی تاریخ تو طے ہو گئی؟" "جی رجب کی تیرھویں!" "الحمد للہ خدا مبارک کرے۔ انگوری نوش جان فرمانے کے وقت معاف کیجیے گا میرا داہنا ہاتھ بیکار رہے اس وجہ سے بائیں ہاتھ سے سلام کیا۔ اس ٹنڈے ہونے کا راز نہ پوچھیے واللہ جب خیال کرتا ہوں تو صاحبزادے کے غصہ پر ہنسی آتی ہے۔ ہا ہا ہا ہا۔ بچپن بھی کیا چیز ہے۔ آپ پوچھیے گا صاحبزادے کون؟ اے حضرت ہم دو بھائیوں میں ایک ہی تو اولاد ہے (آبدیدہ ہو کے) ہمارے نصیب ایسے کہاں۔ مگر خیر شکر ہے خدا کا۔ باپ دادا کا نام انہیں صاحبزادے سے قائم رہے گا یہی غنیمت ہے۔ ہاں تو آپ ہاتھ بیکار ہونے کا قصہ دریافت فرماتے تھے خیر سنیے واللہ عجیب لڑکا ہے۔ بھلا کیسے تم خدایا کے پوتے اور رستم کے نواسے سہی مگر اب تو ایک غریب آدمی کے لڑکے ہو جیسا دیس ویسا بھیس یہ زمانہ وہ ہے کہ پاجی تر اے اور شریف سر جھکائے۔ مانا کہ محلے میں جو چار رہتا ہے [illegible] لڑکے نے منجنیق لگی

پھر نثر کو اٹھا کے دے مارا تو کیا ہوا مگر صاحب شرافت کو دیکھ نہ ہو۔ بڑھا داد دیکھتا ہے تو نہ جڑا۔ خدا شکر کرے جو شرافت کی جگہ چڑکے میں نے ہوا اسکے ساتھ کھیلنے سے روکا غصہ تو تھا ہی ایک لکڑی جو گھما کے مارتے ہیں تو سیا گیا اکھڑ گیا۔ آجکل پڑا ہوا ہے اسی سے وہ کی وجہ سے عاجز ہوں سلام کرتا ہوں عرض ہے۔ پھر بھی بیٹی کیا خدا اور خدا تیرا شکر ہے بات تا خاندانی شرافت تو ان صاحبزادے کی بدولت باقی رہ جائے گی ہاں مال گھربار تو قدر میں لٹ پٹ گیا جو کچھ بچا کھچا رہا سہا میسر ہے اسی میں اپنے بچے کا عیش و آرام دیکھنے جب تک ہم زندہ ہیں اسوقت تک صاحبزادے کو کسی بات کی کمی نہ ہوگی۔ بھیک مانگیں گے مگر انکا من پورا کرینگے۔ واہ رے ہاں انکی فیاضی کے واسطے تو قارون کا خزانہ بھی کافی نہیں ہے ابھی کل کا ذکر ہے انکے ایک کابلی دوست کو دو چار روپیہ کی ضرورت تھی اپنی ماں کے پاس گئے ان سے کہا بالیاں دیدو انھوں نے کہا بیٹا کیا کرو گے آپ جانیے وہ کوئی ڈھنڈیا جوڑ ہا تو ہے نہیں بس تاؤ آ گیا سرونا نے کے ناک کی چھپا لیا کرسی وہ تو کہیے خیر ہوئی ورنہ وہ چڑے بالیاں اتروا دیں ورنہ خاندانی فیاضی میں بٹہ لگتا صاحب وہ تھی ابن تھی ہے باپ نے جوانی میں کیا کچھ نہیں کیا جب بی گوہر جان (لڑکے کی ماں) کو گھر سے دن دہاڑے بھگا کے لائے تو اس خوشی میں جلسہ کیا تین گاؤں بیچ ڈالے ایسی دھوم سے ہم نے تو آتا ہیں آیا کوئی جلسہ نہیں دیکھا۔ بزرگوں سے دیکھا تو دیکھا جو سخاوت بادشاہوں کی گھٹی میں پڑی ہے آپکے محلے میں یہ جو شیخ جی رہتے ہیں بھلا سا نام ہے انکا یہی شیخ جو بنو قصاب ان سے بلا کے پوچھیے دادا جان ڈھاکے کے جنگل میں ڈاکا مار کے جو موتیوں کی جوڑی لائے تھے وہ صاحبزادے کی بیماری میں بیچ کے صرف کر دی کچھ آتشک کا خلل تھا اسی میں سوزاک ہوا سوزاک سے جریان جریان سے کمزوری بڑھی ہزاروں طبیب لگائے دوائیں کھلائیں روپیہ پانی کی طرح بہا دیا وہ شفا ہوتا ہوتا تو خدا کے اختیار ہے بانی بنی والی تو سب کر گزرے۔ ہم نہ کرتے تو کیا کوئی غیر دوا دیتی (رمضان) کرتا اے صاحب یوں سمجھیے کہ ایک ہی لڑکا خاندان کا چراغ ہے ہم تو سارے خاندان کی کمائی آپ کے سپرد کرتے ہیں۔ (آنسو گرا کے) بھائی صاحب میں لڑکے والا ہوں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں اسکی خاطرداری سے کبھی نہ چوکیے گا اسکے پاس دولت ہمیشہ لگا رہے گا ورنہ میرے بچے کو جو تکلیف ہوئی آوا شد روح بے چین ہو جائے گی۔ اسکا میں ذمہ لیتا ہوں کہ وہ آپ کی اطاعت سے باہر نہ ہوگا ایک روز اپنی رنڈی کے گھر رہے گا اور ایک روز آپ کے گھر میں۔ وہ تو اب چھوٹ نہیں سکتی اسکے کارن رنگا ہوا فساد ہوا دو برس کی قید کاٹی ہم لوگ اپنی زبان کی بہت پابندی کرتے ہیں تھے پڑ بیٹے کے بیچ جو آج ہوتے نکال دیں تو سہی صاحب دنیا میں تھوڑی تھوڑی ہو جائے کل آپ ہی کہیں گے کہ وہ بھلا ہم ان سے کیا توقع رکھیں ہیں جنہوں نے ہماری بچی کا بھی ہوگا۔ اچھا اب تحقیق اصحیح انشاء اللہ تیرھویں رجب کو ملاقات ہوگی۔ صاحبزادی کو ہماری طرف سے بہت بہت پوچھ دیجیے کہیے گا تمہارے بچا آئے تھے خدا تمھیں خوش و آباد رکھے۔ خالی ہولی کیا دعا کہلا بھیجوں سے بھیجیے یہ ایک روپیہ میری طرف سے مٹھائی کھانے کو دیدیجیے گا۔

(لڑکی والے اپنی قسمت کو رو رہے تھے کیسا داماد اور کیسی مٹھائی۔ ہمارے سنگنی بجاڑ صاحب نے پگڑی سنبھالی اور گھر کی راہ لی۔ فرشتے من حیثا چل گیا۔

مولانا شیخ: یہ تو تھے سنگنی بجاڑ۔ مدت ہوئی کہ اپنی دل لگی سا تھے کے قبر کی آغوش میں سو رہے عروس قبر کو آج تک کسی نے طلاق نہیں دی لہذا ہمیشہ کے لیے وصل و جس کا قصہ تفریت ہے گیا۔ مگر اب ہم چند سبھا بجاڑوں کا تذکرہ چھیڑتے ہیں۔ ایک سبھا یا مجمع کا رجم برہم کردینا سنگنی چھڑوانے کی بہ نسبت بہت مشکل ہے۔ ایک حیثیت سے سبھا بجاڑ ہونے کی صفت ہر قسم کے افراد میں موجود ہے مثلاً مجلس خلافت کے سبھا بجاڑ حضرت قاضی مصطفےٰ کمال پاشا تھے اور مسلم لیگ میں بیٹھے ہوا کیئے مسٹر جناح ہیں تو پھر کی گل پھڑی نائب ضلع دار سوسائٹی کے سبھا بجاڑ تھیں۔ دیکھیاں آؤ تو مجھے مرکزی کمیٹی بھی اکیلی وہ کچھ ختم ہو چکا اسکا قائم مقام ہے مرحوم مسٹر صاحب فرماتے ہیں ؎

جنگ ہو گئے غرب دور سرپر وہ	یکسر ختم زباد و دو سیر وہ
اور کڑاں حال بھی انہی کے ہم	گوٹی کی بجا ہے ہم نے رنگریز

کونسلوں کے سبھا بجاڑ مسودے بھی مہربان کبھی بٹا دیتے کروڑیوں کی تنخواہ موقوف کبھی تھانوں کی کرایہ مختلف کبھی یہ قانون مسترد کبھی وہ مسترد نامقبول۔ گویا بزرگ صاحب چھٹتے پھرتے ہیں ؎

بڑا لہو دل سیدی کی خواہ	پڑا رہ بجاں شیدائی کی خواہ
ہے دم پہ جس کی نگاہ بجھتو	وہ دل میں شیدائی کی خواہ

وہ کولاطینے کے شیخ جی کی آس لگے آپ وہ لگی ورنہ سبھا میں بھیڑوں سے اچھا۔

کانگریس میں ہندو مسلم اتحاد کے سبھا بجاڑ جناب داؤدی صاحب ہیں جنکی زبان حال نغمہ سرا ہے ؎

سے غزت سوا آتش میں میسرہ	نغمہ خانہ ہم زخرقہ سی افروزہ
کام ہمد سیچے خورشیدے ہے	جیسے جو سحری دروزی دوزہ

جنہاوسے سہا نا تا گا وہ بھی جواب دیتے ہیں ؎

گو وہ آنکھیں بند گئی ہے ہم	گو دل وہ جو ہر زندگی کی ترم
اپنا سے زبان دور شوق ہے ہم	ایں عروسے کہ ہین دوزندگی کی ترم

حسرت موہانی چلاتے ہیں ؎

تا ہند چنچل خیال بیہودہ ہشم	وانہ دست ہے آدم ہی سودہ ہشم
اززندگی نیستم ہر اسپار	کیونکہ کہ جہ چمن آسودہ ہشم

شیعہ کانفرنس کے سبھا بجاڑ جند مروی صاحب کیا جنکو بعض عربی و غیر شرعی آداب کے نعرے سے خواہ مخواہ کہ پیدا ہو گئی صیغہ نکاح پڑھتے پڑھتے الطلاق الطلاق کی صدا لگانے پر آمادہ ہو گئے۔ مشاورتی کمیٹی کے جوش قوم ڈالنے مجرم شیعہ کا کچھ مستند روایتوں سے ثابت کچی طاقت دولت پاس ہوئے انھوں نے بلند کی گالی اپنے سر اوڑھی اور سنگنی بجاڑ کی طرح صاحبزادی کانفرنس کے جلدی بھگتے ہر ستمیں چڑھا میں اب جو بیگی ہی شادی

مطبع ... لکھنؤ میں ... باہتمام محمد ... حسین ... پرنٹر شائع ہوا۔